غلام مصطفیٰ قاسمی

شذرات

اللہ تعالیٰ مدبّر عالم ہیں، تدبیر عالم میں خیر ملحوظ ہوتا ہے تو جان لیجئے کہ حکمتِ الٰہیہ کا بعثتِ انبیاءؑ کو تقاضا کرنا محض اس بناء پر ہوتا ہے کہ خیر نسبی (ایسا خیر جو بہ نسبت دوسری چیز کے خیر ہو) جو تدبیر میں معتبر ہے وہ بعثت میں ہی بند ہوتا ہے اور اس کی حقیقت کو سوائے علام الغیوب کے کوئی نہیں جان سکتا، البتہ اتنا ہم یقیناً جانتے ہیں کہ یہاں پر کچھ اسباب ہیں جن سے بعثت قطعاً خالی نہیں رہ سکتی اور وہ یہ کہ یا تو وہ دور ایک مملکت کے ظہور کی ابتداء اور دیگر مملکتوں کو سرنگوں کرنے کا وقت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو بھیجدیتے ہیں جو اس مملکت والوں کے دین کو درست کرتا ہے، جیسے ہمارے سردار محمد ﷺ کی بعثت۔

جب ہر قوم ایک الگ مذہب لیکر بیٹھی اور لوگوں نے مختلف طور طریقوں کو مذہب بنالیا اور آپس میں ان طریقوں پر زبانوں سے جھگڑے اور نیزوں سے لڑے اور ظلم ان میں واقع ہوگیا اور بہت سے کرنے کے کام چھوڑ بیٹھے، ہر ایک فرقے نے دوسرے فرقے پر لعنت کی اور اس کا انکار کیا، اس کے ساتھ لڑائی کی حتیٰ کہ حق بلکل چھپ گیا تو ایسے ہدایت والے امام کی ضرورت پڑی جو مذاہب کے ساتھ ایسا معاملہ کرے جیسے ہدایت والا خلیفہ ظالم بادشاہوں کے ساتھ کرتا ہے۔

اور یہ امام جو مختلف امتوں کو ملتِ واحدہ پر جمع کرتا ہے اسے چند اصولوں کی ضرورت ہے۔ ان میں سے ایک یہ کہ وہ ایک قوم کو ہدایت والے طریقے کی طرف دعوت دے، ان کا تزکیہ کرے، ان کی اصلاح حال کرے، پھر انہیں بمنزلہ اپنی اعضاء کے بنالے پھر دنیا والوں

سے جہاد کرے اور دنیا کے کونے، کونے میں انہیں منتشر کردے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان "کنتم خیر امۃ اخرجت للناس" کا مطلب یہی ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ امام اکیلے بے شمار امتوں کے ساتھ مقابلہ نہیں کر سکتا اور عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ دوسروں کا مغلوب اور تابعدار ہونا بڑی تعداد اور بڑی مدتوں کے بعد ہوتا ہے جہاں تک نبی کی عمر نہیں چل سکتی، چنانچہ موجودہ مذاہب کا حال بھی یہی ہے۔ اس لئے کہ یہود، نصاری اور مسلمانوں کے اوائل میں سے صرف ایک جماعت ایمان لانے والی ہے پھر اس کے بعد وہ غالب ہوتے رہے۔

جن علاقوں میں معتدل مزاجوں کے پیداوار کی صلاحیت تھی وہ اس دن (بعثت کے وقت) صرف دو بڑے بادشاہوں کے زیر تسلط تھے۔ ایک کسری جو کہ عراق، یمن، خراسان اور ان کے اردگرد پر قابض تھا، ماوراء النہر اور ہند کے بادشاہ اس کے حکم کے تابع تھے۔ ہر سال ان کی طرف سے خراج اسے پیش کیا جاتا تھا، دوسرا قیصر تھا جو کہ شام، روم اور ان کے اردگرد پر قابض تھا اور مصر، مغرب اور افریقہ کے بادشاہ اس کے فرمان کے تابع تھے، ان کی طرف سے خراج اسے پیش کیا جاتا تھا۔

ان بادشاہوں کی حکومت کو توڑنا اور ان کی مملکت پر قبضہ کرنا گویا پوری روئے زمین پر غالب آنا تھا، ان کے تعیش کی عادتیں ان تمام علاقوں میں رائج تھیں، جو ان کے زیرِ فرمان تھے، ان عادات کو بدلنا اور ان کو ان سے روکنا گویا تمام علاقوں کو اس پر خبردار کرنا تھا۔ البتہ ایسے علاقے جو معتدل مزاجی سے دور تھے تو کلی اصلاح میں ان کی چنداں ضرورت نہیں۔

خلاصہ یہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے ٹیڑے مذہب کو سیدھا کرنے کا ارادہ فرمایا اور یہ کہ لوگوں کے لئے ایک ایسی جماعت منظر عام پر لائیں جو انہیں نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے اور ان کی گندی رسموں کو بدل دے اور یہ موقوف تھا ان دو کی حکومتوں کے زوال پر اور

یہ ان دونوں کی حالت کے ساتھ تعرض میں آسانی سے حاصل ہوتا۔ اس لئے کہ ان دونوں کی حالت تمام اقالیم صالحہ میں سرایت کی ہوئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی حکومت کے زوال کا فیصلہ فرمایا اور نبی ﷺ کو خبر دی کہ **هلك كسرى فلا كسرى بعده** (کسریٰ تباہ ہو گیا پس اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں) **وهلك قيصر فلا قيصر بعده** (اور قیصر تباہ ہو گیا پس اس کے بعد کوئی قیصر نہیں) اور حق نازل ہو گیا جس نے پوری زمین کے باطل کا بھیجا نکال دیا۔ عرب کے باطل کا ملیامیٹ نبی اور آپ ﷺ کے صحابہ کے ذریعے کیا اور ان دو بادشاہوں کے باطل کو عرب کے ذریعے صفحۂ ہستی سے مٹادیا اور دیگر علاقوں کو ان دو کی لشکر کے ذریعے مٹادیا۔ وللہ الحجۃ البالغۃ۔

مہاجرین و انصار کے اوائل، قریش اور ان کے ارد گرد کے اسلام میں دخول کا سبب تھے، پھر اللہ نے ان کے ہاتھ پر عراق اور شام کو فتح کیا پھر اللہ نے ان کے ہاتھ پر فارس اور روم کو فتح کیا، پھر اللہ نے ان کے ہاتھ پر ہند، ترک اور سوڈان کو فتح کیا۔ تو یہ بمنزلہ ایک عمارت کے ہوا، جس میں دیوار بنیاد پر قائم ہوتی ہے اور چھت دیوار پر قائم ہوتا ہے۔